مغربی تہذیب کا یلغار اور اس کا تعاقب

ضبط ولادت اسلامی نقطہ نگاہ سے

ڈاکٹر محمد حنیف ایجوکیشنل ایڈوائزر وزارت تعلیم اسلام آباد۔

فہرست ذیلی عنوانات

۱۔ مقصد:

۲۔ مسئلے کی نوعیت۔

۳۔ ضبط ولادت کے پھیلاؤ اور مقبولیت کے اسباب۔

۴۔ اثرات۔

۵۔ اسلام کے اصول۔

۶۔ ضبط ولادت کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر۔

۷۔ ضبط ولادت کے حامیوں کے دلائل اور انکا جواب۔

i۔ معاشی وسائل کی قلت۔ ii۔ کیا ضبط ولادت موت کا بدل بن سکتا ہے؟

iii۔ بچوں کے حقوق۔ iv۔ کثرت اولاد۔

v۔ صحت کی خرابی۔

۸۔ احادیث سے غلط استدلال۔

۹۔ تجاویز وسفارشات۔

عالم کفر مسلمانوں کی ایمانی قوت کے ساتھ ساتھ ان کی افرادی قوت سے بھی خائف ہے۔ ان دونوں کو ختم کرنے کیلئے یورپ نے خاندانی منصوبہ بندی کا غیر فطری طریقہ ایجاد کیا۔ اور اپنے اس منصوبے کو کامیاب بنانے کیلئے اس نے سبز باغ کے طور پر وسائل کی کمی، رزق کی تنگی، صحیح تعلیم و تربیت سے محرومی، خصوصاً عورتوں کی صحت وغیرہ کا نعرہ لگایا، جبکہ اس دلفریب نعرے کی آڑ میں یہود ونصاریٰ کا اصل مقصد مسلمانوں میں جنسی اختلاط کے ساتھ ساتھ ان کی ایمانی و افرادی قوت کو غیر مستحکم کرنا ہے۔ جناب ڈاکٹر محمد حنیف صاحب نے اس موضوع پر انوکھے انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ زیر نظر مقالہ انہوں نے ایبٹ آباد فقہی سیمینار میں پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی وقیع تحریر افادۂ عام کے پیش نظر نذر قارئین کی جاتی ہے۔ (ادارہ)

مقصد:

ضبط ولادت کا مقصد نسل انسانی کو بعض ناگزیر قومی ضروریات کے تحت ایک مناسب حد میں رکھنا ہے، پرانے زمانے میں اس کیلئے عزل، ضبط نفس اور مقاربت سے پرہیز وغیرہ کی شکل میں مختلف طریقے اختیار کیئے جاتے تھے۔ دور حاضر میں وہ تمام طریقے بروئے کار لائے جاتے ہیں جس کے ذریعے مقاربت تو کی جائے مگر دواؤں یا آلات کے ذریعے استقرار حمل کو روک دیا جاتا ہے۔
ضبط ولادت یا تحدید نسل کی تحریک مانع حمل تدابیر پر زور دیتی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ان تدابیر کا علم اس قدر عام کر دیا جائے اور ان کے ذرائع اس کثرت کے ساتھ فراہم کئے جائیں کہ ہر بالغ مرد و عورت اس سے استفادہ کر سکے۔

مسئلے کی نوعیت:

ضبط ولادت ایک قدیم تخیل کا صرف ایک نیا نام ہے۔ انسان کو اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں وقتاً فوقتاً یہ اندیشہ لاحق ہوتا رہا ہے کہ اس کی نسل بڑھنے کے امکانات لامحدود ہیں اور زمین کے وسائل محدود ہیں۔ اگر نسل اپنی فطری رفتار کے ساتھ بڑھتی رہے تو زمین اس کیلئے تنگ ہو جائے گی۔ معاشی وسائل کفایت نہ کر سکیں گی اور افزائش نسل کے ساتھ معیار زندگی پست ہوتا چلا جائے گا۔ اس اندیشہ کو پرانے زمانے میں سادہ انداز سے بیان کیا جاتا تھا۔ مگر موجودہ سائنسی دور میں باقاعدہ حساب لگا کر بتا دیا گیا کہ انسانی آبادی ۱ ، ۲ ، ۴ ، ۸ ، ۱۶ ، ۳۲ کی نسبت سے بڑھتی ہے اور وسائل رزق صرف ۱،۲،۳،۴،۵،۶ کی نسبت ہی سے بڑھنے ممکن ہیں، چنانچہ اگر انسانی آبادی کسی رکاوٹ کے بغیر بڑھتی چلی جائے تو وہ ہر پچیس سال میں دگنی ہوتی چلی جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ دن دیکھنے پڑیں گے کہ زمین میں سب آدمیوں کیلئے کھڑے رہنے کی جگہ بھی باقی نہ رہے گی۔
اس مسئلے کو حل کرنے کیلئے قدیم زمانے کا آدمی تجرد اور ضبط نفس کی صورت میں منع حمل کے ذرائع استعمال کرتا تھا جبکہ جدید زمانے کا آدمی سائنسی ترقی کی بناء پر منع حمل کے نہایت جدید ذرائع اور وسائل بروئے کار لاتا ہے۔ وہ اس غرض کیلئے ایسی دواؤں اور آلات سے بھی کام لیتا ہے جس سے قوت تولید برقرار رکھتے ہوئے وہ جب اور جتنی مدت تک چاہے اولاد کی پیدائش کو روک سکے اور ایسے ذرائع بھی استعمال کرنے کے درپے ہے جن سے مرد یا عورت یا دونوں مستقل طور پر بانجھ ہو جائیں۔ اس کا نام کبھی ضبط ولادت (Birth Control) رکھا جاتا ہے۔ کبھی اسے تحدید نسل (Birth Limitation) سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور کبھی اس کیلئے خاندانی منصوبہ بندی (Family Planning) بہبود آبادی یا ایسی ہی اور کوئی خوبصورت اصطلاح استعمال کی جاتی ہے اور کوئی اصطلاح زیادہ موجب نفرت یا ناقابل قبول ہو جائے تو کوئی اور نئی اصطلاح گھڑ لی جاتی ہے۔
دور حاضر میں اس تحریک کی ابتداء یورپ میں اٹھارویں صدی کے اواخر میں ہوئی جس کا پہلا محرک انگلستان کا مشہور ماہر معاشیات

مالتھوس(Malthus) تھا، جس نے اس دور میں انگلستان کی آبادی میں تیزی کے ساتھ بڑھوتری کو محسوس کر کے ضبط تولید کا مشورہ دیا، اس کے بعد فرانس اور امریکہ میں اس رائے کی تائید کی گئی۔ ابتداء میں اہل مغرب نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، انیسویں صدی کے ربع آخر تک یورپ کی آبادی تیزی کے ساتھ بڑھتی رہی، یہاں تک ۷۵ سال کے اندر تقریباً دوگنی ہوگئی۔ لیکن اس اضافہ کے ساتھ ساتھ معاشی وسائل میں بھی حیرت انگیز ترقی ہوئی، ضبط تولید کی تحریک رفتہ رفتہ یورپ اور امریکہ کے تمام متمدن ممالک میں پھیل گئی اور باقاعدہ انجمنیں قائم ہوئیں۔ جنہوں نے تقریر و تحریر اور مختلف سائنسی طریقے اختیار کر کے اس تحریک کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا اور اب یہ روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

ضبط ولادت کے پھیلاؤ اور مقبولیت کے اسباب:

مغرب کا جدید صنعتی انقلاب (Industrial Revolution) سرمایہ دارانہ نظام، مادہ پرست تہذیب اور نفس پرست تمدن اس تحریک کے پھیلنے کے چند بڑے بڑے اسباب ہیں۔ صنعتی انقلاب کی وجہ سے زندگی کیلئے جدوجہد بڑھ گئی۔ معاشرت کا معیار بلند ہوا۔ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی معاشی دوڑ میں حصہ لینا پڑا اور جب کسب معیشت کا بار ان کو سنبھالنا پڑا تو ان کیلئے افزائش نسل اور پرورش اطفال کا بار مشکل ہوگیا۔ چنانچہ جنس کا تعلق تولید سے منقطع ہوگیا اور اس کا وظیفہ افزائش نسل (Procreation) کے بجائے لذت نفس (Recreation) بن گیا۔ مادہ پرستی نے لوگوں میں انتہا درجے کی خودغرضی پیدا کر دی۔ بہت سے اسباب عیش لوگوں کیلئے لوازم حیات بن گئے، ہر شخص اپنی آسائش کیلئے زیادہ سے زیادہ اسباب فراہم کرنا چاہتا ہے اور پسند نہیں کرتا کہ اس کے رزق میں کوئی دوسرا حصہ لے، عورتوں میں مغربی تعلیم، آزادی اور مردوں کے ساتھ آزادانہ اختلاط نے ایک ذہنیت پیدا کر دی، زیادہ سے زیادہ لذت حاصل کرنے کیلئے غیر فطری طریقے اختیار کئے گئے۔ اس کے ساتھ جدید تہذیب و تمدن نے ذرائع تعلیم و تربیت کو نہایت گراں قیمت کر دیا، دہریت نے لوگوں کے دلوں سے خالق حقیقی کا خیال ہی مٹا دیا، یہ وہ اسباب ہیں جن سے مغربی ممالک میں ضبط ولادت کی تحریک کو فروغ ملا۔

اثرات:

ضبط ولادت پر عمل کرنے والی سوسائٹی میں، عقلی و ذہنی استعداد رکھنے والے افراد گھٹ رہے ہیں، کیونکہ برتھ کنٹرول کا رواج سب سے اعلیٰ اور اوسط طبقہ میں پایا جاتا ہے۔ یہ عمل آخر کار ایک قوم کے زوال کا موجب بنتا ہے، اس لئے کہ اس کا لازمی نتیجہ قحط الرجال ہے۔ ضبط ولادت سے زنا اور اور امراض خبیثہ کو بڑا فروغ ملتا ہے۔ جتنی قومیں اس وقت ضبط ولادت پر عمل پیرا ہیں ان کی شرح پیدائش خوفناک حد تک کم ہوگئی ہے۔ فرانس، بلجیم اور آسٹریا ان ممالک میں سے ہیں جن میں آبادی تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد بڑھنے کی

بجائے گھٹتی رہی ہے۔اور اموات کی تعداد پیدائش سے زیادہ رہی، اگر ان ممالک میں بیرونی ممالک کے لوگ آباد نہ ہوتے تو ان کی آبادی میں نمایاں کمی واقع ہو جاتی، یہ قدرت کا قانون ہے کہ جو اقوام لذت پرستی اور جنسی آوارگی میں مبتلا ہوتی ہیں وہ افزائش اطفال سے غافل رہتی ہیں اور بچوں کو اپنی آزادی اور خوش فعلی کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتی ہیں۔

اسلام کے اصول:

اسلام دین فطرت ہے اور اس نے انفرادی و اجتماعی طرز عمل کیلئے جو طریقے مقرر کئے ہیں وہ سب اسی قاعدہ کلیہ پر مبنی ہیں کہ انسان ان قوانین فطرت کی پیروی کرے۔جن پر کائنات کا یہ سارا نظام چل رہا ہے اور اللہ کی دی ہوئی تمام قوتوں سے اس طریق پر کام لے جس کی ہدایت خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے نہ کسی قوت کو معطل و بے کار بنائے نہ کسی قوت کے استعمال میں اللہ کی دی ہوئی ہدایت سے انحراف کرے۔

اسلام کے معاشی نظام نے سرمایہ داری کی جڑ کاٹ دی ہے۔وہ سود کو حرام کرتا ہے، اجارہ داری کو روکتا ہے۔اور سٹے کو ناجائز قرار دیتا ہے۔زکواۃ و وراثت کے طریقے جاری کرتا ہے۔یہ احکام ان تمام خرابیوں کا قلع قمع کرتے ہیں۔جنہوں نے مغرب کی معاشی زندگی کو اجیرن بنا رکھی ہے۔اسلام کے نظام معاشرت نے عورت کیلئے پاکیزہ ماحول کی ضمانت دی ہے۔عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط پر پابندی لگا دی ہے۔اسلام کے اخلاقی نظام نے انسان کو سادہ اور پرہیزگارانہ زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سکھایا ہے۔اور اس بد اخلاقی، اسراف اور حد سے بڑھتی ہوئی لذت پرستی کا استیصال کیا ہے۔جو مغربی ممالک میں تحدید نسل کی ترویج کے اہم اسباب میں سے ہیں۔آپس کی ہمدردی اور امداد باہمی، صلہ رحمی اور انفاق فی سبیل اللہ، خدا ترسی اور انسان دوستی وہ اسلامی تعلیمات ہیں۔جن پر عمل پیرا ہو کر ایک مثالی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔عرض یہ کہ اسلام کے اجتماعی قوانین اور اس کی اخلاق تعلیمات اور روحانی تربیت نے ان اسباب کو مٹا دیا ہے۔جو مغربی تہذیب وتمدن میں ضبط ولادت کے لئے باعث تحریک ہوئے ہیں۔

ضبط ولادت کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر:

اسلام نے میاں بیوی کے ازدواجی تعلق کو ایک فطری عمل قرار دیا ہے۔جسکا پہلا مقصد اخلاق وعفت کی حفاظت کرنا ہے۔دوسرا اہم مقصد مودت ورحمت ہے کہ وہ ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کریں۔یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قدرت نے جسم انسانی کی بناوٹ میں شخصی مفاد کو ترجیح دی ہے۔اگر جسم کو اپنے فطری کام سے روک دیا جائے تو لازماً متعدد قسم کی الجھنیں اور مشکلات پیدا ہو کر رہیں گی۔

ضبط ولادت کے حامیوں کے دلائل اور ان کا جواب:

ا۔ معاشی وسائل کی قلت۔

انسان کے لئے زمین میں قابل سکونت جگہ اور معاشی وسائل محدود ہیں۔ جبکہ افزائش نسل غیر محدود ہے چنانچہ زمین میں ایک اچھے معیار زندگی کے لئے وسائل حیات اور آبادی میں توازن قائم کرنا ضروری ہے۔ جس کے لئے لازمی ہے۔ کہ مناسب اسباب یا تدابیر کو اختیار کیا جائے۔ یہ اللہ کی قضاوقدر، اللہ کی رزاقیت اور توکل علی اللہ کے خلاف نہیں۔

دوسری طرف اسکا جواب دیا گیا ہے۔ کہ یہ دعویٰ دراصل خدا کے تکوینی نظام پر نکتہ چینی ہے۔ یہ گمان غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی زمین کے بارے میں بے خبر ہے۔ اور وہ نہیں جانتا کہ اس میں کتنے انسانوں کی گنجائش موجود ہے۔ حالانکہ اس نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا، انا کل شئ خلقنه بقدر (بے شک ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا کیا ہے۔)۔ مرد کے جسم سے ایک وقت میں جو مادہ خارج ہوتا ہے۔ اس سے بیک وقت تیس چالیس کروڑ عورتیں حاملہ ہوسکتی ہیں۔ مگر خالق کائنات نے افزائش نسل کے لئے طہر کی مدت میں مخصوص وقت مقرر کیا ہے۔ جو ماہرین کی تحقیق کے مطابق حیض کی آمد سے چودہ دن پہلے ہوتا ہے۔ اور چوبیس گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس میں مرد کا مادہ منویہ عورت کے بیضہ کے ساتھ مل کر Zygote بناتا ہے۔ جو بچے کی پیدائش کی بنیاد بنتا ہے اس کے علاوہ اگر بچے کو عورت کا دودھ متواتر پلایا جائے تو دودھ پلانے کے زمانے میں حمل نہیں ٹھہر سکتا اگر ملکی وسائل کی صحیح منصوبہ بندی کی جائے تو معاشی مسلہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ ارجنٹائن اور امریکہ میں فاضل گندم کے ذخائر نظر آتش کردیئے جاتے ہیں۔ افریقہ اور آسٹریلیا میں نو آبادی کی قلت کی وجہ سے معاشی ترقی رُکی ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آبادی کے اضافہ کے مقابلے میں پیداوار کا اضافہ کہیں زیادہ ہے ڈاکٹر کولن کلارک مشہور ماہر معاشیات کا دعویٰ ہے کہ ''اگر دنیا کی زمین کا صحیح استعمال کیا جائے تو موجودہ آبادی سے دس گنی زیادہ آبادی کو مغربی ممالک کی خوراک کے اعلیٰ معیار پر قائم رکھا جاسکتا ہے۔''

پوری انسانی تاریخ میں آج تک کبھی انسانی نسل اس ہندسی طریقے پر نہیں بڑھی، جو مالتھوس کے پیروکار بڑی حسابی انداز میں بیان کرتے ہیں۔ معاشیات کی رو سے پیداوار کے تین عامل مانے جاتے ہیں۔ زمین، سرمایہ، اور آدمی ان میں سے اصل اور سب سے بڑا عامل آدمی ہے۔ ۱۸۸۰ء میں جرمنی کی آبادی ۴۸ ملین تھی اس وقت وہاں کے ۴۵ باشندے بھوکوں مر رہے تھے۔ لیکن ۳۴ سال کے بعد جرمنی کی آبادی ۶۸ ملین تک پہنچ گئی اسی دوران جرمنی کے وسائل میں اضافہ آبادی کی بہ نسبت کئی سو گنا زیادہ اضافہ ہوگیا، حتیٰ کہ انہیں اپنی مشین چلانے کیلئے باہر سے آدمی درآمد کرنے پڑے۔ ہالینڈ کی آبادی اٹھارویں صدی میں دس لاکھ تھی ۱۹۵۰ء میں یہ آبادی ایک کروڑ سے متجاوز ہوگئی۔ لیکن آج وہ ملک نہ صرف اپنی ضروریات پوری کر رہا ہے بلکہ بہت سا غذائی سامان باہر برآمد کر رہا ہے۔ بحثیت مجموعی

ساری دنیا کی آبادی میں اٹھارویں صدی کے اخر سے غیر معمولی اضافہ ہونا شروع ہوا ہے۔لیکن اس وقت سے آج تک دنیا کی ابادی جتنی بڑھی ہے اس سے بدرجہا زیادہ پیدائش دولت کے ذرائع بڑھے ہیں۔

۲۔ کیا ضبط ولادت موت کا بدل بن سکتا ہے؟ ۲

یہ کہنا کہ ضبط ولادت موت جیسی بھیانک تکلیف کا بدل ہے، سراسر غلط ہے اللہ تعالیٰ نے خود ہی نسل انسانی کو ایک مناسب حد تک محدود رکھنے کا انتظام کررکھا ہے۔اس پر انسان کا اختیار بہت محدود ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو انسان خود ہی اپنے لئے خودکشی کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔۔جنگ عظیم اول ودوئم اور ایٹم بم کے زریعے تباہی اس کی مثال ہے AIDS بھی حقیقت میں انسان کی خود پیدا کردہ بیماری ہے جو ایک عظیم الشان خطرے کی صورت اختیار کرگئی ہے۔اور پھر اس کیلئے قدرت جو صورت اختیار کرتی ہے۔اس پر انسان کی بے بسی کا کون انکار کرسکتا ہے؟ وبائیں،قحط، زلزلے،طوفان،وغیرہ بڑی تباہی کا ذریعہ ہیں۔

۳۔ بچوں کے حقوق:

یہ لوگ بچوں کے حقوق پر زور دیتے ہیں۔اور اسی شک کا اظہار کرتے ہیں۔کہ زیادہ تعداد کی صورت میں بچوں کے حقوق کو پورا نہیں کیا جاسکتا بالخصوص مفلس والدین اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت،عمدہ معاشرت اور بہتر آغاز حیات کے وسائل بہم پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتے،پہلے وقتوں میں معاشرہ تربیت کی ذمہ داری اٹھانے کیلئے تیار ہوتا۔لیکن موجودہ زمانے میں مقامی آبادیاں،بچوں کے چال چلن کو بگاڑنے کا موجب بنتی ہیں اور دینی فرائض کے بجا آوری میں تساہل سے کام لیتی ہیں جس کے نتیجے میں منشیات کا استعمال،جنسی بے راہ روی،والدین کی نافرمانی جیسے معاشرتی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے۔کہ اچھی تعلیم وتربیت،عمدہ معاشرت اور بہتر آغاز حیات مبہم الفاظ ہیں۔جن کا کوئی واضح اور متعین مفہوم نہیں ہے۔حالانکہ قوموں کی ترقی کا راز اسی میں ہے کہ اس کے افراد جفاکش ہوں ان میں حوصلہ ہوں اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے ہمت باندھ کر میدان عمل میں حصہ لے۔مسلمان تو وہ قوم ہے جسکا کام ہے دنیا کی امامت کرنا،اگر امام اور پیشوا ہمت ہار جائے تو پیروکاروں کا کیا حال ہوگا؟ ضبط ولادت دراصل کم ہمتی کا مظہر ہے۔

۴۔ کثرت اولاد:

حامیانِ ضبط ولادت یہ یقین رکھتے ہیں۔کہ زمانہ حال کے مسلمانوں کا مستقبل ان کی کل تعداد کی بجائے ان کی کیفیت،شرافت اور یکجہتی سے وابستہ ہے اور بہت سے مسلمان ملکوں میں بڑھتی ہوئی آبادی کی رفتار ان ملکوں کی ترقی کی راہ میں ایک سنگین رکاوٹ ہے۔کمیت،کیفیت،کے بغیر ایک قوم کے لئے خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔جنگ حنین کا واقعہ اس کی بہترین مثال ہے۔کثرت تعداد صرف اس صورت میں طاقت اور ترقی کا سر چشمہ بن ۳۴

سکتی ہے۔ جبکہ یہ کثرت خاندان یا ملک کی ضروریات سے ہم آہنگ ہو، ملک یا خاندان کے پاس اتنی صلاحیت یا وسائل ضرور ہونے چاہیے کہ وہ روحانی، جسمانی، معاشرتی، عملی اور فکری نقطہ نظر سے اپنے بچوں کی صحیح نشوونما کر سکے۔

اس کے جواب میں کہا گیا ہے۔ کہ یہ ایک مفروضہ ہے۔ جو حامیانِ ضبط ولادت نے پیش کیا ہے۔ اس مفروضہ کی تائید میں نہ کوئی عملی دلیل ہے۔ اور نہ باضابطہ مشاہدات و تجربات کے نتائج جبکہ اس کے خلاف ہزاروں شہادتیں دنیا میں موجود ہیں۔ درحقیقت انسان کی پیدائش کے متعلق کوئی ضابطہ بنایا ہی نہیں جا سکتا یہ کلیۃً اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں ایک طرف آدمی کی قوت توالد و تناسل کا یہ حال ہے۔ کہ ایک مرد کے جسم سے صرف ایک وقت میں جو نطفہ خارج ہوتا ہے وہ پاکستان کی آبادی سے کئی گنا زیادہ آبادی پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن دوسری طرف اس زبردست قوت پیداوار کو کسی بالاتر اقتدار نے اتنا محدود کر رکھا ہے۔ کہ ابتدائے آفرنیش سے آج تک ہزارہا سال کی مدت میں انسانی نسل صرف چھ ارب کی تعداد تک پہنچ سکی ہے۔ جہاں تک بچوں کی تعلیم و تربیت کا تعلق ہے تو اس کیلئے اللہ کے ہاں اصول و ضوابط موجود ہیں۔ جن کو بروئے کار لا کر موجودہ آبادی سے کئی گنا زیادہ کی تربیت ہو سکتی ہے۔ اگر ضبط ولادت پر تربیت موقوف ہوتی، تو آج کل مغربی ممالک میں غیر فطری اور غیر انسانی امور کا نام و نشان موجود نہ ہوتا۔

۵۔ صحت کی خرابی:

حامیانِ ضبط ولادت کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ زیادہ بچوں کی پیدائش سے عورت کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ اور اس کے حسن و جمال میں کمی آتی ہے، لیکن درحقیقت ضبط ولادت کے مصنوعی طریقے بھی صحت و جمال کیلئے بے ضرر نہیں ہیں، طبی حیثیت سے کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہیں کیا جا سکتا ہے کہ عورت کتنے بچوں کی ولادت کا بار اٹھا سکتی ہے، یہ بات ہر عورت کے شخصی حالات پر منحصر ہے اگر ماں کی جان بچانے کیلئے ضروری ہو تو اسلامی نقطہ نظر سے ضبط ولادت کی گنجائش موجود ہے۔ جو لوگ ضبط ولادت کے حامی ہیں۔ وہ عورت کی صحت کو صرف بہانے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ اگر صحت کے معاملے میں کوئی اندیشہ نہ ہو تو وہ ضبط ولادت کا انکار کر دیں۔ اگر صحت کا مسئلہ بھی بنیاد بنایا جائے پھر بھی یہ انفرادی نوعیت کا ہے جس کا حل شریعت میں موجود ہے۔ مگر قومی سطح پر اس کو بطور پالیسی اختیار نہیں کیا جا سکتا۔

۶۔ احادیث سے غلط استدلال:

ضبط ولادت کے حامیان اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے بعض ایسی احادیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں عزل کی اجازت دی گئی ہے اور اس پر قیاس کر کے ضبط ولادت کے حامی وہ تمام وسائل اور طریقے جائز قرار دیتے ہیں جو آج کل رائج ہیں، لیکن حدیث سے استدلال کرنے میں چند امور کا خیال رکھنا ضروری ہے، جن کے بغیر کسی بھی فقہی مسئلہ کا استنباط نہیں کیا جا سکتا وہ یہ کہ زیر بحث مسئلہ سے

متعلق تمام احادیث زیر غور لائی جائیں، ارشاد نبوی ﷺ کے موقع ومحل کو پیش نظر رکھا جائے، نیز اس وقت عرب کے جو حالات تھے ان کو بھی ملحوظ رکھا جائے یہ بات ذہن میں رہے کہ اس دور میں عزل کا رجحان عام نہ تھا، نہ ضبط ولادت کی کوئی تحریک تھی نہ اس کو قومی پالیسی بنانا مقصود تھا بلکہ اس عمل کے بھی چند اسباب تھے ایک کہ یہ لونڈی سے اولاد نہ ہو دوسرے یہ کہ لونڈی سے اولاد ہونے کی صورت میں چونکہ اس کو پھر ہمیشہ اپنے پاس رکھنا ہوگا بلکہ وہ بوجوہ اس کیلئے تیار نہیں تھے، تیسرے یہ کہ زمانہ رضاعت میں حمل ٹھہر جانے سے شیر خوار بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا، ان وجوہ کی بناء پر بعض صحابہؓ نے عزل کی ضرورت محسوس کی اور یہ دیکھ کر کہ اس فعل کی حرمت صریح حکم قرآن وحدیث میں نہیں آیا کچھ لوگوں نے رخصت کے طور پر اسے اختیار کیا احادیث میں مروی ہیں **كنا نعزل على عهد رسول الله** (ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عزل کرتے تھے) **كنا نعزل والقرآن ينزل ، كنا نعزل على عهد رسول الله والقرآن ينزل** (ہم عزل کرتے تھے اس حال میں کہ قرآن نازل ہو رہا تھا، ہم عہد رسول ﷺ میں عزل کرتے تھے جبکہ قرآن نازل ہو رہا تھا)۔

غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر جب بعض صحابہؓ نے رسول ﷺ سے عزل کے ذریعے لونڈیوں سے استمتاع کرنے اور بعد میں فروخت کردینے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "**ما عليكم ان لا تفعلوا، مامن نسمة كائنة الا وهي كائنة**" (کیا بگڑ جائے گا اگر تم ایسا نہ کرو (عزل نہ کرو) قیامت تک جو بچے پیدا ہونے والے ہیں وہ تو ہو کر ہی رہیں گے)۔

اس قسم کے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ نے اس فعل کی اجازت نہ دی تھی بلکہ حضور ﷺ اس فعل کو ایک عبث فعل سمجھتے تھے اگر آپؐ اس کو ایک جائز ومباح امر قرار دیتے تو اس کیلئے ان لاتفعلوا کے بجائے ان تفعلوا کے الفاظ استعمال فرماتے لیکن آپ ﷺ نے ایک استثنائی امر سمجھا تھا اس لئے اس کی حرمت کا اعلان ضروری نہ سمجھا اور آپ ﷺ کے جن صحابہؓ کو تفقہ فی الدین حاصل تھا وہ بھی اس کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے، لیکن چونکہ عزل کی کوئی عام تحریک قوم میں جاری نہیں ہوئی تھی بلکہ محض چند افراد اپنی مجبوریوں اور ضرورتوں کی بناء پر اس فعل کا ارتکاب کرتے تھے اس لئے آپ ﷺ نے اس کی مخالفت کا کوئی قطعی اعلان نہیں فرمایا اگر اس وقت برتھ کنٹرول کیلئے کوئی عام تحریک شروع ہوتی تو یقیناً آپ ﷺ اس کو سختی کے ساتھ روکتے۔

تجاویز وسفارشات:

اگر ضبط ولادت کے ان طریقوں کو اختیار کیا جائے جو مغرب سے درآمد کیئے جاتے ہیں۔ تو ان طریقوں سے خاندانی منصوبہ بندی کے وہ مقاصد کبھی بھی پوری نہیں ہو سکتے جن کیلئے آبادی کی منصوبہ بندی پر روز دیا جاتا ہے۔ اس سے اخلاق کی تباہی، زنا کی کثرت اور اس قسم کے بے شمار جسمانی اور روحانی امراض معاشرہ میں پھیلیں گے اس لئے ضروری ہے کہ منصوبہ بندی کے وہ فطری طریقے رائج کئے جائیں

...ں معاشرہ کی ضروریات ہیں، چنانچہ ذیل میں چند ایک تجاویز وسفارشات پیش خدمت ہیں۔

☆ آبادی اور وسائل حیات کے درمیان توازن برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ وسائل حیات کو بڑھائے اور نئے وسائل تلاش کرنے کی مزید کوشش کی جائے۔

☆ ہم اپنے وسائل ٹھیک استعمال نہیں کر رہے ہیں، حالانکہ وسائل بہ افراط موجود ہیں۔لیکن انسان اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے ان سے فائدہ نہیں اٹھارہا ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ اس کیلئے مناسب اقدامات کیئے جائیں۔

☆ دنیا کے وسائل کا جو وافر حصہ جنگ کی تیاری پر صرف ہو رہا ہے۔اگر اسے یا اس کے بڑے حصہ کو معاشی تعمیر کیلئے استعمال کیا جائے۔تو دنیا کی غربت ایک محدود عرصہ میں ختم ہوسکتی ہے۔

☆ دنیا کی ضرورت روٹی ہے، مانع حمل گولی نہیں، یہ پوری تحریک ایک منفی تحریک ہے اور معاشی مسئلہ کا کوئی مثبت حل پیش نہیں کرتی، بلکہ مانع حمل ادویات پر اٹھنے والے مصارف گھریلوں بجٹ سے کہیں زیادہ ہوں گے، اس کے بجائے پیداوار بڑھانے کے جتنے سائنٹیفک طریقے ممکن ہوں ان کو جلد رائج کیئے جائیں۔

☆ وسائل کا بڑا حصہ کرپشن، ذخیرہ اندوزی، اقرباء پروری وغیرہ جیسے ناجائز امور کی نذر ہو جاتا ہے اگر اسے انسانی فلاح و بہبود پر صرف کیا جائے تو ساری موجودہ آبادی رفاہت کی زندگی گزار سکتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ کرپشن، ذخیرہ اندوزی اور اسمگلنگ کرنے والوں کو عبرتناک سزائیں دی جائیں، اور تمام ضروریات زندگی کی بے پناہ چڑھتی ہوئی قیمتوں کو اعتدال پر لایا جائے تاکہ ایک غریب آدمی کیلئے زندگی گزارنا آسان ہو جائے۔

☆ غیر ضروری ٹیکسوں کو ہٹا کر ایک ضروری ٹیکس لگایا جائے اور اس کے حصول اور مصارف کے صحیح انتظامات کئے جائیں۔

☆ پاکستان کی حیثیت دفاعی نقطہ نظر سے بتیس دانتوں کے درمیان ایک زبان کی سی ہے ہندوستان جس کی آبادی اور وسائل ہم سے پانچ گنا زیادہ ہے اور جس سے ہمارے تعلقات مختلف وجوہ کی بناء پر بڑی نازک حالت میں ہیں، دوسری طرف ہماری سرحدات پر افغانستان، روس، چین کے موجودہ حالات ہمارے سامنے ہیں، نیز وہ ممالک جن کی نظریں پاکستان پر لگی ہوئی ہیں اور وہ اس تاک میں ہیں کہ اس ملک کے غلط منصوبہ بندی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اسے ترنوالہ بنادیں، اس کے علاوہ ملک کے اندرونی خلفشار، مذہبی منافرتیں، دائیں اور بائیں بازو کے باہم چپقلش اور اس قسم کے دوسرے نامساعد حالات کسی وقت بھی اس ملک کی تباہی کے سبب بن سکتے ہیں ان حالات کے پیش نظر عوام وخواص اور سیاسی و مذہبی جماعتوں کا فرض بنتا ہے کہ ملک کے تمام مسائل بالخصوص ضبط ولادت کے سلسلے میں نہایت فکر و تحقیق کے بعد قومی اتفاق رائے پیدا کریں اور ایسے تمام اقدامات کریں جو شرعی نقطہ نظر سے قابل عمل ہوں ، میں امید رکھتا ہوں کہ موجودہ فقہی کانفرنس میں بلائے گئے

علماء کرام، دانشور، سیاسی زعماء اور ماہرین تعلیم اس مسئلے پر خصوصی غور و فکر فرما کر اس کا صحیح حل نکالیں گے۔

کتابیات

۱۔ اسلامی میراث میں خاندانی منصوبہ بندی از پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحیم عمران، مترجم پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، اقوام متحدہ فنڈ برائے آبادی، انور ٹریڈرز پرنٹرز راولپنڈی۔

۲۔ اسلام اور ضبط ولادت، ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلیکیشنز ۱۳ ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔ نومبر 1997ء

۳۔ حقوق الزوجین، ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور 1982ء

۴۔ تحدید نسل، مولانا شاہ محمد جعفر ندوی پھلواروی، ادارہ ثقافت اسلامی پاکستان حمایت اسلام پریس لاہور طبع اول جون 1959ء۔

۵۔ پردہ، ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ 1997ء۔

۶۔ المفلحون، محمد شریف اشرف، الفیصل غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 1997ء۔

۷۔ فکر الفرقان، محمد شریف اشرف، زاہد بشیر پرنٹرز لاہور 1995ء۔

۸۔ تعلیمات اسلام، ڈاکٹر عبدالهادی سرهیو، حیدری پرنٹنگ پریس حیدرآباد 1993ء۔

۹۔ مواعظ اشرفیہ، مولانا اشرف علی تھانویؒ

۱۰۔ فضائل صدقات، مولانا محمد زکریا مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۱۔ آنحضرتؐ اور خواتین اسلام، مسز تسلیم انور اشرف پریس پرانا سکھر 1988ء۔

۱۲۔ رپورٹ خاندانی منصوبہ بندی از اسلامی نظریاتی کونسل 1984ء۔